Al-Mīthāq*Research Journal of Islamic Theology*
ISSN: 2791-0989 P, 2791-0997 E
Volume 03, **Issue** 01, January-June 2024, **PP**: 304-314
Open Access at:https://almithaqjournal.org/

Article QR

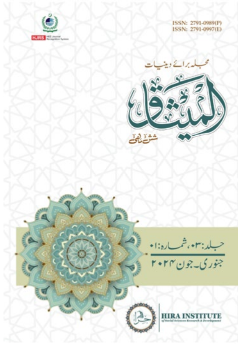

قومِ نوح و موسیٰ علیہما السلام کے کردار کا تحقیقی مطالعہ: عصرِ حاضر کے تناظر میں

A Research Study on the Role of the Ummah of Prophet Nūḥ and Prophet Mūsā (Peace Be Upon Them): In the Context of the Modern Era

1. Muhammad Tariq muhammadtariq463@gmail.com	*PhD. Scholar, Department of Islamic Studies, HITEC University, Taxila.*
2. Dr. Zeeshan dr.zeeshan@hitecuni.edu.pk	*Lecturer, Department of Islamic Studies, HITEC University, Taxila.*

How to Cite:	Muhammad Tariq and Dr. Zeeshan. 2024: "A Research Study on the Role of the *Ummah* of Prophet *Nūḥ* and Prophet *Mūsā* (Peace Be Upon Them): In the Context of the Modern Era". *Al-Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (01): 304-314.
Article History:	**Received:** 29-05-2024 · **Accepted:** 25-06-2024 · **Published:** 30-06-2024
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License
Conflict of Interest:	Authors declared no conflict of interest

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

قومِ نوح و موسیٰ علیہما السلام کے کردار کا تحقیقی مطالعہ: عصرِ حاضر کے تناظر میں

A Research Study on the Role of the Ummah of Prophet Nūḥ and Prophet Mūsā (Peace Be Upon Them): In the Context of the Modern Era

1. **Muhammad Tariq**
PhD. Scholar, Department of Islamic Studies, HITEC University, Taxila.
muhammadtariq463@gmail.com

2. **Dr. Zeeshan**
Lecturer, Department of Islamic Studies, HITEC University, Taxila.
dr.zeeshan@hitecuni.edu.pk

Abstract:

This study explores the roles and characteristics of the *Ummah* of Prophet *Nūḥ* and Prophet *Mūsā* (peace be upon them) as depicted in Islamic scriptures, with a focus on their relevance and lessons for the modern era. The research delves into the moral, social, and spiritual dimensions of these communities, examining their responses to divine guidance and the consequences of their actions. By drawing parallels between the challenges faced by these ancient societies and those encountered in contemporary times, the study highlights the timeless wisdom embedded in their stories. This analysis not only seeks to understand the historical significance of these communities but also aims to extract practical insights that can guide modern societies in navigating issues of morality, justice, and faith. The research emphasizes the importance of adherence to divine principles and the potential consequences of moral deviation, offering a critical reflection on the enduring relevance of these prophetic narratives in today's world.

Keywords: *Social Values, Spiritual Dimensions, Divine Guidance, Justice, Morality.*

تعارف

قرآن حکیم اانسانوں کی رہبری کے لیے ایک ابدی روشن مینار و نور کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعے انسانوں کی کامیابی یاناکامی کا معیار فطری اصولوں کو قرار دیا۔ احکام الٰہی کی پاسداری یا انحراف پر خداوندی نظامِ احتساب، عدل و ظلم، جزاوسزا کے واقعات کو صاف صاف اور صریح بیان کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں قصص الانبیاء اور ان کی اقوام کے حالات کو متنوع انداز میں بیان کرکے قوانینِ الٰہیہ کی حجیت اور ضوابط کو ایک معیار اور کسوٹی قرار دیا گیا کہ انحراف اور پاسداری کی صورت میں نظام قدرت سابقین کے ساتھ کیسا رہا، تابع فرمانوں کے لیے کیا دروس و نصائح پائے جاتے ہیں اور ان سے عبرت حاصل کرکے صالح اعمال کے ساتھ کس طرح رجوع الی اللہ کیا جاسکتا ہے؟ اس کا اشارہ ذیل کی آیت سے ملتا ہے:

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَاۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ۔[1]

اور تمہارا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں جب تک ان کے مرکزی شہر میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر (تب) جب ان کے رہنے والے ظالم ہوں۔

متعلقہ آیت میں اللہ نے اپنی سنت کا ضابطہ بیان کیا ہے جو کتاب الٰہی میں کئی مقامات پر آیا ہے۔ اس میں اقوام کے ساتھ فطری رویہ کو عیاں کیا گیا ہے کہ انحراف کے اثرات اور اس کے بھیانک نتائج کیا ہوتے ہیں؟ ایک اور جگہ فرمانِ خداوندی ہے:

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ۔[2]

یہ اس لیے کہ تیرا پروردہ گار بستیوں کو ظلماً تباہ نہیں کرتا جبکہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض انسانی خواہشات اور مقصد حیات سے غفلت انفرادی و اجتماعی زندگیوں کے فطری نظام کو نیست و نابود اور بوسیدہ کر دیتی ہیں جس کے اثرات سماج کے ہر فرد کو متاثر کرتے ہیں۔ اقوامِ انبیاء کے طرزِ عمل سے نمایاں طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ بعثتِ انبیاء کے وقت اکثر اقوام کے افعال، احوال، کردار، شرک، مشرکانہ رسومات اور منکرات پر مبنی تھے جس سے وہ اللہ کے غضب کی مستحق اور انحراف کی صورت میں اپنے انجام کو نہ صرف پہنچیں بلکہ دوسروں کے لیے نشانِ عبرت بھی ٹھہریں۔ یہاں اللہ کا قانون اتمامِ حجت لاگو ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْاَنَّآاَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى۔[3]

اور اگر ہم انہیں رسول کے آنے سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو ضرور کہتے: اے ہمارے پروردہ گار!

تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی پیروی کرتے؟

قرآن میں مذکور سابقہ اقوام میں سے قومِ نوحؑ اور قومِ موسیٰ کا تذکرہ نمایاں طور پر ملتا ہے۔ زیرِ نظر مقالہ انہی دو اقوام کے حالات و واقعات کے عصری تجزیاتی مطالعہ پر مشتمل ہے تاکہ ان کے کردار اور طرزِ عمل سے رہنمائی اخذ کی جاسکے۔ ان اقوام کے حالات کے بیان سے قبل ان کا جغرافیائی محل وقوع بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

قوم نوح علیہ السلام کا جغرافیائی محل وقوع

تاریخی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام جس قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے، وہ عراق اور اس سے شمالاً جنوباً ملحقہ علاقہ جسے "ار" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے میں آباد تھیں۔ اس کے علاوہ کچھ بستیاں دریائے دجلہ اور فرات کے کنارے اور اردگرد بھی آباد تھیں۔ اکثر مؤرخین کی تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی عراق قوم نوح کا مسکن تھا جو بظاہر مہذب لیکن عقائد و عبادات میں گمراہی، فسق و فجور اور شرک کے مرض میں مبتلا اپنی مثال آپ تھے۔[4]

قومِ نوح کے کردار کے نمایاں پہلوؤں کی تحقیق و تجزیہ

قرآن مجید میں مختلف انداز سے نوح علیہ السلام کا تذکرہ ملتا ہے مگر باعتبار ایک داعی اور نبی جس قوم کی طرف جس مقصد کی دعوت اور معرفت کے لیے بھیجے گئے اس سے عیاں ہوتا ہے کہ اس وقت قوم میں نافرمانیاں، سرکشی اور منکرات ان میں اس قدر سرایت کر چکی تھیں کہ ہدایت نہ ملنے کی صورت میں ان پر عذابِ الٰہی وارد ہو جاتا۔ قومِ نوح کے کردار میں انفرادی و اجتماعی طور پر مندرجہ ذیل منکرات موجود تھے:

- شرک
- فساد فی الارض
- اخلاقی منکرات

شرک

قرآن حکیم اور انسانی تہذیب و تمدن کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کرہ ارض پر انسانی تخلیق کے بعد صالح نظام

زندگی کے قیام کے لیے انبیاء کا سلسلہ جاری ہوا۔ انبیاء کی اس مبارک صف میں حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف مبعوث کیے جانے میں کئی راز و حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والوں کے لیے ان کا ذکر قرآن میں کیا ہے۔ حضرت نوحؑ کی قوم میں سب سے زیادہ جس گناہ میں مبتلا ہونے کا ذکر کیا گیا، وہ شرک تھا۔ مفسرین کے مطابق، اس قبیح فعل کی نشو و نما اور آبیاری کا آغاز بھی اسی قوم سے ہوا۔ قرآن مجید کی متعدد آیات اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو اس مذموم فعل سے روکتے ہوئے توحید کی دعوت دی اور اعمال صالح اختیار کرنے کی نصیحت کی۔ قرآن میں اس قوم کے ردعمل کا تذکرہ بھی اسی طرز اور منہج پر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نوحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ-اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ[5]

بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی رب نہیں۔ حقیقت میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ اس کی قوم کے بڑے بولے: درحقیقت ہم تمہیں کھلی گمراہی میں پاتے ہیں۔

مفتی شفیع نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں بیان کیا ہے کہ دعوت الی اللہ کی تبلیغ تمام انبیاء کا مشترک فریضہ تھا تاہم شریعت اور احکام ہر نبی کے الگ تھے۔ نوح علیہ السلام کو جب قوم کی طرف مبعوث کیا گیا تو قوم پہلے ہی سے غیر اللہ معبودین کو نہ صرف تسلیم کر چکی تھی، بلکہ ان کی عبادات کو بھی زندگی کا مقصد بنالیا تھا۔ نوح علیہ السلام نے قوم کو توحید کی دعوت دی اور بتوں کی پوجا کرنے سے منع کیا۔ چونکہ قوم کے امراء، اشرافیہ اور اس کے سرداروں نے اپنے زمانے کے نیک لوگوں کی مورتیاں بنا کر ان کو پوجتے تھے اور انہی کے ساتھ زندگی کے مختلف شعبوں کے تسلسل کو جوڑا ہوا تھا۔ چنانچہ بجائے دعوت قبول کرنے انہوں نے مخالفت میں نبی ہی کو جھٹلایا اور موردِ الزام ٹھہرایا۔[6] قرآن نے ان کے اس طرزِ عمل کی نفی صراحت کے ساتھ بیان کی اور ساتھ یہ بھی وضاحت کی کہ نبی تمہارے خیر خواہ اور من جانب اللہ توحید کا پیغام پہنچانے کے لیے بھیجے گئے۔ ارشاد ربانی ہے:

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَاتَعْلَمُوْنَ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌمِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْاوَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔[7]

کہا: اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں لیکن میں پرودگار عالم کا رسول ہوں۔ میں تمہیں اپنے پرودوگار کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہارا خیر خواہ ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تمہیں میں سے ایک مرد کے ذریعے نصیحت آئی تا کہ وہ تمہیں خوف دلائے اور تا کہ تم ڈرو اور تا کہ تم پر مہربانی کی جائے۔

اس کے باوجود جب قوم نے انکار کیا تو اتمام حجت قائم ہونے کے بعد اللہ نے دستور سنت سے ان کو منطقی انجام سے دوچار کیا جس کا ذکر اس آیت میں ملتا ہے:

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاؕ-اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ۔[8]

انہوں نے نوح کا انکار کیا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے سب کو بچایا اور ہمارے احکام کے منکرین کو غرق کر دیا بیشک وہ اندھے لوگ تھے۔

قومِ نوح کے اعتقادی نکات کا تجزیہ اور عصرِ حاضر

قومِ نوح کے طرزِ عمل اور معاصر سماج کے اعتقادی پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے تو دونوں میں مماثلت ملتی ہے۔ زمان واحوال کے اعتبار اور انسانی تہذیب وتمدن، رسم ورواج اور جغرافیائی تغیرات کی وجہ سے ہر دور میں ہر سماج اور قوم کا زاویہ فکر وعمل دوسروں سے قدر مختلف رہا۔ جیسے قومِ نوح کے اعتقادی کردار میں یہ نمایاں تھا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بزرگان دین کی مورتیاں بت کی شکل میں بنا کر اس کی پوجا اور پرستش کرتے تھے۔ عصرِ حاضر میں اگرچہ عوام بزرگوں کی مورتیاں بنا کر پوجا تو نہیں کرتے لیکن ان کی عقیدت اور ان کی شخصیت کی پیروی میں اس قدر راسخ ہیں کہ دین کی اصل تعلیمات ان کی زندگی میں منہا نظر آتی ہیں۔

فساد فی الارض

قومِ نوحؑ کے حالات اور ان کے گمراہ کن اعمال میں فساد فی الارض کا کردار نمایاں تھا۔ وہ نہ صرف انفرادی طور پر نبی کی دعوت کو رد کرتے، بلکہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ دوسروں کو بھی اپنے ساتھ ملا کر نبی کے خلاف سازشیں کرتے اور لوگوں کو بتوں کی عبادت کی طرف مائل کرتے تھے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ "ہم کیسے اس دین کو چھوڑ سکتے ہیں جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو عمل کرتے ہوئے پایا؟" وہ اپنے مذہبی تعصب اور حمیت کے جنون میں مبتلا ہو کر لوگوں کو اپنے بتوں کی پیروی پر قائم رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ اس معاملے میں وہ نہ صرف خود گمراہ تھے بلکہ اپنے پورے قبیلے، قوم اور سرداروں کو بھی گمراہی کی راہ پر ڈال دیتے تھے۔ ان کے درمیان اتحاد تھا لیکن یہ اتحاد حق کے خلاف تھا اور انہوں نے اپنی تمام توانائیاں اس بات پر لگا دیں کہ لوگوں کو نبی کی دعوت سے دور رکھیں اور باطل کی پیروی پر مجبور کریں۔ اس طرح، انہوں نے نہ صرف اپنی بلکہ پوری قوم کی تباہی کے اسباب پیدا کیے، جو بالآخر اللہ کے عذاب کا سبب بنے۔ قوم کے سرداروں کے طرزِ عمل کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِۚ-وَ مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ۔[9]

پس قوم کے سردار کہنے لگے: ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی سمجھتے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ہمارے سب سے رذیل لوگوں نے بغیر سوچے سمجھے کرلی ہے اور ہم تمہارے لئے اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

مذکورہ پہلو کا تجزیہ اور عصرِ حاضر

عصرِ حاضر میں قومِ نوح کے حالات اور ان کے گمراہ کن اعمال کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ تاریخ میں بیان کیے گئے واقعات محض قصے کہانیاں نہیں بلکہ ان میں اہم اسباق موجود ہیں۔ قومِ نوح کی گمراہی، فساد فی الارض اور حق کے خلاف ان کا اجتماعی ردِ عمل آج کے معاشرتی، سیاسی اور مذہبی حالات کی جھلک دکھاتا ہے۔ یہ فطرت ہے کہ عقائد انسان کی زندگی میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ اعمال اور دیگر انفرادی و اجتماعی امور کا انحصار ان عقائد ہی کا مرہونِ منت ہوتا ہے ورنہ انفرادی واجتماعی فساد سماج میں جنم لیتا ہے۔ شرک فساد فی الارض کی جڑ ہے۔ قومِ نوح اس کی زندہ مثال ہے۔ انہوں نے جب مختلف بت تراش کر ان کی پرستش شروع کی تو ہر گروہ دوسرے سے اپنے آپ کو بہتر گردانتا اور دوسرے کی تحقیر کے درپے رہتا۔ گویا وہ پانچ گروہوں میں منقسم ہو گئے اور دوسروں کو بھی اسی کی طرف دعوت دینے لگے۔ یوں فساد کا سلسلہ ایک دوسرے کو حقیر منوانے پر شروع ہوا جس کے نظائر تسلسل سے آج تک جاری ہیں۔ دورِ حاضر میں بھی اس مماثلت کی عملی تطبیق سماج میں عیاں ہے کیونکہ جب کوئی قوم، فرد یا معاشرہ

شرک میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے عقائد و نظریات اور پھر اس کے نتیجے میں اعمال، افکار، اخلاق، معاملات و معاشرت میں عملی و فکری انحراف پیدا ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ مذہبی تعصب، فرقہ واریت، مسلکی منافرت وغیرہ کی شکل میں نکلتا ہے جس کا سب سے بڑا نقصان قوم و ملت کا شیرازہ بکھرنا اور قوم کا گروہوں اور جماعتوں میں بٹ جانا ہے۔

اخلاقی منکرات

قوم نوح کا دعوتِ حق اور وعظ و نصیحت قبول کرنے اور نوح علیہ السلام کے ساتھ اپنے معبودین کے بارے میں مکالمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم اخلاقی اقدار کے لحاظ سے بھی دیوالیہ اور کھوکھلی ہو چکی تھی۔ اس امر کا اندازہ اس مناظرہ سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ جب نوح علیہ السلام نے کہا کہ یہ بت تمہارے رزق، موت و حیات، مشکل کشائی اور حاجت روائی کی ذرا طاقت نہیں رکھتے۔ ان کی پرستش کو چھوڑ کر خدائے واحد لاشریک کے بن جاؤ تو انہوں نے اس کے جواب میں نبی کے مقام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نبی کے متعلق خود بھی اور قوم کے دیگر لوگوں کو بھی یہ باور کرایا کہ یہ گمراہی اور جھوٹے پن کا شکار ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے ان کے انحرافِ دعوت اور اخلاقی منکرات کا پتہ چلتا ہے:

وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ۔ [10]

ہم تمہارے لیے اپنے اوپر کوئی برتری نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

کسی قوم کا اپنے نبی کے بارے میں کذب کا گمان کرنا انتہائی درجے کا منکر عمل اور فعل ہے۔ قومِ نوح بارہا یہ رویہ اپناتی رہی اور اسی سوچ اور فکر کے مطابق نبی کے بارے میں طرزِ عمل اختیار کرتی رہی۔

مذکورہ پہلوؤں کا تجزیہ اور عصر حاضر

قوم نوحؑ اخلاقی نقطہ نظر سے بھی بے اعتدالی کا شکار اور مادی و نفسانی خواہشات سے ان کی ذہنیت آلودہ تھی۔ ان کے اعتقادی پہلوؤں کی تحقیق سے عیاں ہوتا ہے کہ وہ کس حد تک اخلاقی صفات میں تنزلی اور تذبذب کا شکار تھے۔ ان کہ انفرادی و اجتماعی زندگی کے کئی نکات اس کی عکاسی کرتے ہیں جیسا کہ دعوتِ نوحؑ کے جواب میں قوم کا ردِ عمل، نسلی و مسلکی بنیادوں پر حق کو جھٹلانا اور اس سے پردہ پوشی کرنا اس کی واضح دلیل ہے۔ قوم کا جمود اور آباء و اجداد کی تقلید کا جواز اور پھر لفظ "نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ" سے یہ استدلال اور بھی قوی بن جاتا ہے کہ وہ جہالت، لاعلمی، فہم و ادراک کی کمی، تمسخر، ہنسی مذاق کے علاوہ تکذیبِ رسالت و انبیاء کے انکار میں حد سے گزرنے والے تھے۔ معاصر سماج بھی اسی طرح کا منظر پیش کر رہا ہے۔ مادیت پسندانہ سوچ، مذہبی تعصبانہ رویہ، دین و مذہب کی اصل روح سے لاعلمی، مشائخ و اکابر کی اندھی تقلید ہر طرف عیاں ہے جس کا نتیجہ منافرت، ذہنی پستی، عدم برداشت و رواداری کی صورت میں نمودار ہو رہا ہے۔

قومِ موسیٰ کا جغرافیائی محل وقوع

کتبِ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو جس قوم کی طرف مبعوث کیا تھا وہ مصر میں مقیم تھی۔ مصر کے تاریخی پس منظر سے بھی یہ بات عیاں ہے کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے اس وقت فرعون تخت نشین تھا اور اس نے اقلیتی بنیادوں پر بنی اسرائیل، جو پہلے جاسان شہر میں مقیم اور بعد میں مصر آئے، کو غلام بنا لیا تھا۔ ابن خلدون کے نزدیک مصر پر فرعونیوں کی حکومت کے تسلسل کے آخری حاکم کے زمانے میں جب قبطیوں نے مہاجر فلسطینی باشندوں کو اقلیت کی طرز پر زندگی گزارنے اور حد سے زیادہ ظلم کرنا شروع کیا تو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو اسی سرزمین میں فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ [11]

موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے کردار کے نمایاں پہلوؤں کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

قرآن میں موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے کردار کے جو نمایاں پہلو بیان ہوئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

- مشرکانہ عقائد و رسومات۔
- نسلی و مسلکی فرقہ ورانہ تقسیم۔
- اخلاقی انحطاط۔

ذیل میں ان پہلوؤں کا تحقیقی جائزہ اور بعد ازاں دورِ حاضر میں ان کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

مشرکانہ عقائد و رسومات

قومِ موسیٰ کے مشرکانہ عقائد اور رسومات ان کے روحانی زوال اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب بنے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے بعد انہیں صحرائے سینا لے گئے تو ان کی قوم نے اپنی سابقہ زندگی کی گمراہ کن عادات اور عقائد کو ترک نہیں کیا۔ باوجود اس کے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے واضح معجزات دیکھے، وہ بار بار شرک کی طرف مائل ہوتے رہے۔ قومِ موسیٰ کے مشرکانہ عقائد اور رسومات نہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد شکنی بلکہ ان کی سماجی اور اخلاقی تباہی کا سبب بھی بنے۔ وہ مصر میں فرعون کے زیرِ اثر زندگی گزار چکے تھے، جہاں بت پرستی عام تھی، اور اسی ماحول نے ان کی روحانی تربیت کو متاثر کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب بھی انہیں کوئی مشکل پیش آتی یا حضرت موسیٰؑ کچھ وقت کے لیے ان سے جدا ہوتے، وہ اپنے مشرکانہ رجحانات کی طرف واپس پلٹ جاتے۔ ان کی اس مسلسل گمراہی نے انہیں بار بار اللہ کے عذاب کا سامنا کرنے پر مجبور کیا، اور حضرت موسیٰؑ کو ان کی ہدایت کے لیے سخت جدوجہد کرنی پڑی۔ قومِ موسیٰ کا یہ رویہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ شرک، نہ صرف انسان کو روحانی طور پر نقصان پہنچاتا ہے بلکہ اس کی اجتماعی زندگی کو بھی بگاڑ دیتا ہے جس کا نتیجہ بالآخر اللہ کے عذاب کی صورت میں نکلتا ہے۔

سورۃ الاعراف اور دیگر آیات قرآنیہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ قومِ موسیٰ میں ہر لحاظ سے بالخصوص اعتقاد، عبادات، معاملات، ارتقائی انحطاط، ثقافتی، سیاسی تغیر، و تبدل اور باہمی سماجی رسم و رواج کا غبار نظر آتا ہے۔ اس کیفیت اور حالت زاری کے پس پردہ حقائق کے خاتمہ اور قانون فطرت کی تفہیم و عملی تطبیق کے لیے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ ارشادِ ربانی ہے:

> ثُمَّ بَعَثْنَامِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰی وَهٰرُوْنَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡىِٕهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ۔[12]
>
> پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔

بنی اسرائیل قوم ایک عرصے تک ظالم و جابر حکمران کے زیرِ اثر رہی اور غلامانہ ذہن کی طرز پر زندگی گزرانے کی وجہ سے اعتقادی، فعلی، قولی اور عبادات میں اس قدر پستی و بدخالی کا شکار تھی کہ عام فہم و فراست سے بھی عاری تھے۔ مذکورہ آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اعتقادی نقطہ نظر سے اندھاپن اتنا سرایت کر چکا تھا کہ فرعون رعایا سے بحیثیت رب پیش آتا۔ علاوہ ازیں فرعون، اس کے درباری اور مختلف قبائل کے سردار دعوت کے نہ صرف مخالف رہے، بلکہ وہ گمراہی اور سرکشی میں مزید اتنا آگے بڑھے کہ فرعون نے رعایا کو یہ باور کرایا کہ یہ سب تمہیں تمہارے آباؤاجداد کے دین سے پھیرنے کی سازش ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لوگ کفر اور نافرمانی کی تقلید میں کس قدر جمود کا شکار تھے۔ اس کی پیروی کے نہ صرف قائل تھے، بلکہ اس کے خلاف کسی بھی قسم کی

کوئی روش برداشت کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ داعی کی ان تمام نشانیوں کو آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کے باوجود بجائے صراط مستقیم پر آنے کے مزید فسق وفجور میں مبتلا ہوگئے۔ اس امر کا بیان ذیل کی آیت سے ملتا ہے:

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ-اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَ لَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًاۘ-اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ-وَلَمَّا سُقِطَ فِیْۤ اَيْدِيْهِمْ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْاۙ-قَالُوْا لَىٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَ يَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ [13]

اور موسیٰ کے بعد اس کی قوم نے اپنے زیورات سے ایک بے جان بچھڑے کو (رب) بنالیا جس کی گائے جیسی آواز تھی۔ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ (بچھڑا) ان سے نہ بات کرتا ہے اور نہ انہیں کوئی رہنمائی دیتا ہے؟ انہوں نے اسے (رب) گھڑ لیا اور وہ جابر تھے اور جب نادم ہوئے اور سمجھ گئے کہ وہ یقیناً گمراہ ہوگئے تھے تو کہنے لگے: اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہماری مغفرت نہ فرمائی تو ہم ضرور ہلاک ہو جائیں گے۔

اس آیت کے ظاہر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی حد تک ان کے ہاں وحدانیت کا رجحان موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دکھلا کر دعوت کو بجائے قبول کرنے کے تکذیب اور جھٹلا کر یہ رد عمل ظاہر کیا کہ نشانیاں محض سحر و جادو کے سوا کچھ نہیں۔ ان کے اس انکار کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا:

قَالَ مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْؕ اَسِحْرٌ هٰذَاؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ۔ [14]

تو جب ان کے پاس ہماری طرف سے سچ آیا تو کہنے لگے: بیشک یہ کھلا جادو ہے۔ موسیٰ نے کہا: کیا تم حق کے بارے میں یہ کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آیا؟ کیا یہ جادو ہے؟ اور جادوگر فلاح نہیں پاتے۔

قومِ موسیٰ کو واضح دلائل دینے کے باوجود انہوں نے اس حق کو محض شعبدہ بازی اور جادو قرار دیا جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی طرف بلایا۔ ایک اور آیت میں ان کے اس قسم کے بے جا دلائل قبولیتِ حق سے انکار کا جواز ملتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِی الْاَرْضِؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ [15]

انہوں نے کہا: آپ ہمارے پاس اس لئے آئے تاکہ ہمیں اس (دین) سے پھیر دیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اور زمین میں تم دونوں کی بڑائی ہو جائے اور ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں۔

مذکورہ پہلوؤں کا تجزیہ اور عصرِ حاضر

قومِ موسیٰ کی اکثریت جس ظلم وبربریت کے زیر اثر زندگی بسر کر رہی تھی معاصر سماج میں ان کی مشابہت و تمثیل پائی جاتی ہے۔ سابقین کی اندھی تقلید، صراطِ مستقیم کے منافی امور، دین کی اصل روح سے بیزاری، مذہبی پیشوا اور مشائخ کو سر خم کرکے امام تسلیم کرنا، عدم برداشت، مذہبی تعصبانہ جنونیت، بدعتی رسومات کا فروغ، فکری انحطاط و استحصال، سرکشی بغاوت، مختلف موقعوں پر جاہلانہ تہذیب و ثقافت کی پیروی ہر طرف رائج نظر آتی ہے۔ ایسے میں سابقہ اقوام کے حالات وواقعات سے عبرت حاصل کرکے اپنے طرزِ عمل کا احتساب ضروری ہے تاکہ آئندہ نسلوں کو فکری و عملی طور پر ایک مضبوط بنیاد فراہم کی جاسکے۔

نسلی ومسلکی فرقہ ورانہ تقسیم

مصریوں اور قبطیوں میں کئی طرح سے مماثلت پائی جاتی تھی۔ فرعون اور اس کے درباریوں نے رعایا کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ اس کی اساس درباریوں کی قبطیوں کے لیے تنگ نظری و تنگ دلی اور متعصب مذہبی رویہ تھا جس کا اندازہ غیر

دانستہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ایک قبطی کے ہلاک ہونے سے ملتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ[16]

پس موسیٰ نے اس کے مکا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا۔ (پھر) فرمایا: یہ شیطان کی طرف سے ہوا ہے۔ بیشک وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے خلاف انتقام کی جو مہم اور منصوبہ بندی کی گئی اس کی بنیاد نسل و مسلک ہی تھا۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے قبل اور مابعد ایک عرصے تک اسرائیلی قوم کے ساتھ اقلیتی سلوک اور مسلک کی بنیاد پر تفرقہ بھی اس امر کو واضح کرتا ہے۔

قومِ موسیٰ کا اخلاقی انحطاط

قومِ موسیٰ علیہ السلام کا اخلاقی انحطاط ایک اہم موضوع ہے جس کا ذکر قرآن مجید اور دیگر مذہبی کتب میں کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رہنمائی میں عظیم نعمتوں سے نوازا اور انہیں فلاح کی راہ پر گامزن ہونے کے مواقع فراہم کیے۔ لیکن بارہا نصیحتوں اور معجزات کے باوجود، بنی اسرائیل اپنے اخلاقی معیار کو برقرار نہ رکھ سکے۔ انہوں نے اللہ کے احکام سے روگردانی کی، بت پرستی کی طرف مائل ہو گئے اور حق و باطل کے فرق کو مٹا دیا۔ ان کی نافرمانی اور سرکشی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان پر مختلف آزمائشیں نازل کیں، جو ان کے اخلاقی زوال کا ثبوت تھیں۔ یہ انحطاط نہ صرف ان کی دینی بنیادوں کو کمزور کرتا گیا بلکہ معاشرتی بگاڑ اور اخلاقی پستی کا باعث بھی بنا۔

اخلاقی لحاظ سے بھی موسیٰ علیہ السلام کی قوم پستی کا شکار تھی کیونکہ فرعون کے ظلم، رویے اور دبدبے کی وجہ سے رعایا اور عام شہری کسی طرح بھی مخالفت اور ذاتی رائے دہی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس امر کا تذکرہ فرعون اور جادوگروں کے مکالمہ میں موجود ہے۔ قومِ موسیٰ کے اخلاقی انحطاط کو واضح کرنے والی چند آیات درج ذیل ہیں:

- وَجَآءَالسَّحَرَةُفِرْعَوْنَ قَالُوْٓااِنَّ لَنَالَاَجْرًااِنْ كُنَّانَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ[17]

  اور جادوگر فرعون کے پاس آ گئے تو کہنے لگے: اگر ہم غالب آ گئے تو (کیا) ہمارے لئے یقینی طور پر کوئی انعام ہو گا۔ (فرعون نے) کہا: ہاں اور بیشک تم تو (میرے) قریبی لوگوں میں سے ہو جاؤ گے۔

- قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْۚ-اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ اَهْلَهَاۚ-فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ۔[18]

  فرعون نے کہا: تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ یہ تو بہت بڑا دھوکہ ہے جو تم نے اس شہر میں کیا ہے تاکہ تم شہر کے لوگوں کو اس سے نکال دو تو اب تم جان جاؤ گے۔ میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو پھانسی دے دوں گا۔

- وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ یَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَؕ-قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْۚ-وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ۔[19]

  اور قومِ فرعون کے سردار بولے: کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو اس لیے چھوڑ دے گا تاکہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور وہ موسیٰ تجھے اور تیرے مقرر کئے ہوئے رب کو چھوڑے رکھے۔ (فرعون نے) کہا: اب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیاں زندہ رکھیں گے اور بیشک ہم ان پر غالب ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم کے کردار میں مذموم اور قبیح افعال، بچوں کو زندہ درگور کرنا، فسق وفجور، عورتوں اور بچوں کو غلام بنا کر کھیتی باڑی کا کام کروانا، باہمی قبائلی تعصبات و گروبندی، اپنے باپ دادا کی رسومات کی تقلید میں جمودی رویہ، حاکم وقت کو اللہ ماننا جیسے گھناؤنے افعال ان کی روح میں سرایت کر چکے تھے اور وہ لوگ انہی اعمال کو اپنی زندگی کی روش اپنا چکے تھے۔

اخلاقی انحطاطی پہلوؤں کا تجزیہ اور عصرِ حاضر

عصرِ حاضر میں قومِ موسیٰ علیہ السلام کے اخلاقی انحطاط کا تجزیہ کرتے ہوئے ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ تاریخ خود کو دہراتی ہے۔ آج کے دور میں بھی، مختلف قومیں اور معاشرے اسی طرح کے چیلنجز کا سامنا کر رہے ہیں جیسے بنی اسرائیل نے کیا تھا۔ جب معاشرتی اخلاقیات اور دینی اقدار کو نظر انداز کیا جاتا ہے، تو اقوام تباہی کے دہانے پر پہنچ جاتی ہیں۔ آج کے دور میں مادی ترقی، ٹیکنالوجی کی جدت اور اقتصادی خوشحالی کے باوجود انسانیت اخلاقی انحطاط کا شکار نظر آتی ہے۔ خدا سے دوری، نفس پرستی، اور اخلاقی اصولوں کی خلاف ورزی ہمارے معاشروں میں عام ہو چکی ہیں۔ جس طرح بنی اسرائیل نے حق و باطل کے فرق کو مٹایا تھا، ویسے ہی آج بہت سی قومیں اور افراد سچائی سے منہ موڑ کر دنیاوی مفادات کی پیروی کر رہے ہیں۔

مزید برآں، عالمی سطح پر جنگیں، ناانصافیاں، اور معاشرتی عدم مساوات اسی اخلاقی زوال کی نشاندہی کرتی ہیں جس کا سامنا قومِ موسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا۔ یہ سب اس بات کی یاددہانی کراتی ہیں کہ اخلاقیات اور دین کی مضبوطی کے بغیر کوئی بھی قوم یا معاشرہ دیرپا ترقی حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر ہم آج کی دنیا کو بدلنا چاہتے ہیں، تو ہمیں اپنی اخلاقی اور دینی بنیادوں کو مضبوط کرنا ہوگا، ورنہ وہی تباہی ہمیں بھی گھیر سکتی ہے جس کا سامنا قومِ موسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا۔

خلاصہ کلام

قومِ نوح اور قومِ موسیٰ علیہما السلام کے کردار کا تحقیقی مطالعہ، عصرِ حاضر کے تناظر میں ایک اہم موضوع ہے جو ہمیں تاریخ کے اہم اسباق سے روشناس کراتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قومیں دونوں اللہ کے نبیوں کی رہنمائی میں رہی تھیں، لیکن ان قوموں نے اپنے نبیوں کی تعلیمات کو نظر انداز کیا اور اللہ کے احکامات سے انحراف کیا۔ قومِ نوح علیہ السلام نے حق کی راہ سے منہ موڑا اور گمراہی میں مبتلا رہی، جس کا نتیجہ عظیم طوفان کی صورت میں ظاہر ہوا، جس نے انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ دوسری جانب، قومِ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے بے شمار نعمتوں سے نوازا اور انہیں فرعون کے ظلم سے نجات دی، لیکن وہ بھی اپنی سرکشی، ناشکری، اور بت پرستی کے باعث اخلاقی انحطاط کا شکار ہو گئی۔ عصرِ حاضر میں، یہ دونوں قومیں ہمارے لیے عبرت کا نمونہ ہیں۔ آج بھی دنیا میں ایسی قومیں اور معاشرے موجود ہیں جو اللہ کی نعمتوں کے باوجود نافرمانی اور سرکشی میں مبتلا ہیں۔ مادی ترقی اور ٹیکنالوجی کے باوجود، اخلاقی زوال اور دینی اقدار سے دوری موجودہ دور کے بڑے چیلنجز ہیں۔ اس تحقیقی مطالعے کا مقصد یہ ہے کہ ہم ان قوموں کے کردار کو عصرِ حاضر کے تناظر میں دیکھیں اور یہ جان سکیں کہ اللہ کی ہدایت سے انحراف کرنے والی قومیں کس انجام کو پہنچتی ہیں۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دینی اصولوں اور اخلاقی قدروں کو اپنانا اور ان پر عمل کرنا ہی ہمارے معاشروں کی بقا اور ترقی کے لیے لازمی ہے، ورنہ تاریخ اپنے آپ کو دہرا سکتی ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1 سورۃ القصص 59:28۔

2 سورۃ الانعام 131:6۔

3 سورۃ طٰہٰ 134:20۔

4 ابن خلدون، عبد الرحمٰن، **تاریخ ابن خلدون**، (کراچی: نفیس اکیڈیمی، 2011ء)، 2/270۔

5 سورۃ الاعراف 59:7۔

6 مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، (کراچی: ادارہ معارف القرآن، 2012ء) 3/131۔

7 سورۃ الاعراف 63:7۔

8 سورۃ الاعراف 64:7۔

9 سورۃ ھود 27:11۔

10 سورۃ ھود 27:11۔

11 ابن خلدون، **تاریخ ابن خلدون**، 4/96۔

12 سورۃ یونس 10:75۔

13 سورۃ الاعراف 149:7۔

14 سورۃ یونس 77:10۔

15 سورۃ یونس 78:10۔

16 سورۃ القصص 28:15۔

17 سورۃ الاعراف 113:7۔

18 سورۃ الاعراف 122:7۔

19 سورۃ الاعراف 127:7۔